ولایت فقیہ اور امام خمینیؒ

سید حسنین عباس گردیزی*

عربی زبان میں ''فقہ'' گہرے فہم وادراک کے معنی میں ہے۔ قرآن کریم، احادیث نبویؐ اور اقوال ائمہ ہدیٰؑ میں بار بار'' تفقہ فی الدین'' کا حکم دیا گیا ہے۔ ان موارد سے مجموعی طور پر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ تمام مسلمان اسلام کو ہر لحاظ سے خوب اچھی طرح سمجھیں۔ اس کے مسائل واحکام کو گہری اور عمیق نظروں سے دیکھیں اور کمال بصیرت کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں۔ البتہ یہ '' تفقہ فی الدین '' جس کی اسلام تاکید کرتا ہے اسلام کے تمام پہلوئوں پر حاوی ہے خواہ وہ عقائد ہوں، اخلاقیات ہوں یا تربیت کے اسلامی اصول ہوں، اسلامی عبادات، یا قوانین اسلامی ہوں یا انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے متعلق خاص آداب ہوں۔

لیکن فقہ کی وہ اصطلاح جو دوسری صدی ہجری کے بعد مسلمانوں میں رائج ہوئی، اس سے مراد ''اسلامی قوانین واحکام کا ان کے مأخذ اور مصادر سے استنباط'' ہے۔ دوسرے الفاظ میں دقیق اور عمیق انداز سے اسلامی ماخذ سے اس کے احکام و قوانین کے سمجھنے کو فقہ کہا جاتا ہے۔ جہاں تک ''ولایت '' کے کلمے کا تعلق ہے تو اِس کا لفظی مطلب ''کسی امر کی سرپرستی کرنا'' اس کی ذمہ داری قبول کرنا اور قیادت وراہنمائی کرنا۔

1. اور فقیہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو دین کا گہرا اور عمیق فہم رکھتا ہو اور اسلامی قوانین اور احکام کو ان کے مأخذ (Sources) سے اخذ کرنے کی مہارت رکھتا ہو۔
2. ''فقیہ '' اور ''ولایت '' کے مفردات کی توضیح کے بعد ''ولایت فقیہ '' کی اصطلاح کا معنی آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی ایک اسلامی معاشرے کی سرپرستی اور قیادت کا ایک ایسے شخص کے ہاتھوں میں ہونا جو دین اسلام کا عمیق فہم رکھتا ہو، اسلامی قوانین اور احکام کو ان کے اصلی مأخذ (Sources) سے اخذ کر سکتا ہو اور اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق اُن کی تفسیر کر سکتا ہو۔

یہاں اس امر کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ ولایت حکومت وسرپرستی کے معنوں میں بنیادی طور پر فقط ذات باری تعالیٰ کا حق ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو یہ حق اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے اور ان کے بعد ائمہ ہدیٰؑ اس کی کامل اہلیت رکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد امت کی رہبری اور قیادت اور حکومت کے اختیارات اُن کے سپرد ہیں۔ ان کے بعد وہ امور جو فقہ اسلامی کے دائرے میں آتے ہیں ان کی سرپرستی وذمہ داری اور امت کی قیادت اور راہنمائی فقیہ کا کام ہے اور اسی نظریے کو ولایت فقیہ کا نظریہ کہا جاتا ہے۔ اس فقیہ کو جو یہ فریضہ انجام دیتا ہے، ولی فقیہ اور حاکم شرع بھی کہا جاتا ہے۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ آیا ایک فقیہ کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں تو اس حوالے سے ایک معاصر محقق نے اس عنوان پر شیعہ واہل سنت دونوں ذرائع سے احادیث وروایات کو پیش کیا ہے، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ امت کے درمیان متفقہ مسئلہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ولایت فقیہ کا تصور اس کی تصدیق کے لیے کافی ہے یعنی اگر انسان ولایت فقیہ کا مطلب صحیح طور پر سمجھ لے تو وہ خود بخود اس کے ثبوت کا قائل ہو جائے گا اور اسے ثابت کرنے کے لیے مزید دلائل کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

آج کے دور میں اس عنوان پر گفتگو کرنے کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے، اور اس کے کئی پہلو ہیں۔ اس مقالے میں ہم صرف حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات کے حوالے سے اس موضوع پر چند باتیں عرض کی جائیں گی۔ شاید

---

*۔مدرس جامعۃ الرضا ومدیر اعلیٰ مجلّہ نور معرفت، بارہ کہو، اسلام آباد

بعض افراد کے ذہنوں میں یہ بات ہو کہ " ولایت فقیہ " کے نظریے کو سب سے پہلے امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ نے پیش کیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، خود امام خمینیر ضوان اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

"موضوع ولایت فقیه چیزتازه ای نسبت که ماآورده باشیم، بلکه این مسأله ازاول مورد بحث بوده است"

یعنی : " ولایت فقیہ کی بحث کوئی نئی چیز نہیں ہے جسے ہم پیش کر رہے ہیں، بلکہ یہ مسئلہ پہلے ہی سے زیر بحث رہا ہے۔" (1)

اس نظریے کے دلائل خود قرآن مجید اور احادیث معصومینؑ میں موجود ہیں۔ علماء نے عقلی و نقلی دونوں قسم کے دلائل سے اِسے ثابت کیا ہے۔ فقہاء کے درمیان فقیہ کی ولایت کا مسئلہ مسلم وضروری مسائل میں سے ہے۔ جو انسان بھی فقہ سے آگاہ ہے اور اس کے مختلف ابواب کا مطالعہ رکھتا ہے، وہ فقیہ کی ولایت سے انکار نہیں کر سکتا۔ اِس موضوع کے بارے میں بزرگ فقہا نے اپنی کتب میں مختلف مقامات پر بحث کی ہے۔

شیخ محمد حسن نجفی اصفہانی (متوفی ۱۲۶٦ ہجری) کتاب "جواہر الکلام" کے مصنف ہیں۔ اس کتاب کو شیعہ فقہ کا انسائیکلو پیڈیا کہا جا سکتا ہے۔ فقہ کی مفصل ترین کتاب ہے۔ کوئی بھی مجتہد اپنے آپ کو جواہر سے بے نیاز نہیں سمجھتا۔ یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے اس کی پچاس جلدیں ہیں اور تقریباً ۲۰ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

شہید مطہریؒ اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی ہر سطر علمی مطالب سے پُر ہے۔ ایک صفحہ کے مطالعے کے لیے بھی بہت زیادہ وقت درکار ہے۔ اس کتاب کی تالیف پر کتنی توانائی اور محنت صرف ہوئی ہو گی۔ اس حوالے سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ مسلسل ۳۰ سال کی کاوش، لگن، خلوص اور سچے جذبے کی بدولت یہ عظیم فقہی شاہکار وجود میں آیا ہے" (2)

اس کتاب کے مصنف کے نزدیک "ولایت فقیہ " کا مسئلہ واضحات میں سے ہے اور اِسے ثابت کرنے کے لے استدلال کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"وبالجمله فالمسألة من الواضحات التی لاتحتاج الی الادلة" (3)

یعنی " یہ مسئلہ ان واضحات میں سے ہے کہ جن پر دلائل پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

اسی طرح وہ ولایت فقیہ کو ضروری اور مسلم امور میں سے قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں :

"لکن ظاهرالاصحاب عملاً وفتوی فی سائرالابواب عمومها بل لعله من المسلمات او الضروریات عندهم" (4)

یعنی : "اصحاب کے ابواب فقہ میں عمل اور فتویٰ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فقیہ کی ولایت عمومیت رکھتی ہے بلکہ " ولایت " کا عمومی ہونا فقہاء کے نزدیک مسلمات یا ضروریات میں سے ہے۔"

وہ ایک اور مقام پر اظہار فرماتے ہیں کہ ائمہ معصومینؑ کی نیابت فقیہ کے لیے بہت سارے موارد میں اس طرح ثابت ہے کہ امام اور فقیہ کے منصب میں کوئی فرق نظر نہیں آتا اور فقیہ امام کے تمام منصبوں میں نائب ہوتا ہے۔ بلکہ یہ دعویٰ بھی کیا جا سکتا ہے کہ فقہاء کے درمیان ولایت فقیہ ایک مسلم امر اور قطعی مسئلہ ہے کیونکہ فقہی کتب حاکم کی طرف رجوع کرنے سے پُر ہیں اور زمانہ غیبت میں حاکم سے مراد نائب امام ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں :

"فمن الغریب وسوسة بعض الناس فی ذلك بل کأنّه ماذاق من طعم الفقه شیئا ولا فهم من لحن قولهم ورموزهم امراً ولا تأمل المراد من قولهم " انیّ جعلتُه علیکم حاکما وقاضیاً وحجةً وخلیفة " ونحو ذلك مما یظهر منه ارادة نظم زمان الغیبة لشیعتهم فی کثیر من الامور الراجعة الیهم ولذا جزم فیما سمعته من المراسم بتفویضهم (ع) لهم فی ذلك نعم لم یأذنوا لهم فی زمن الغیبة ببعض الامور التی یعلمون عدم حاجتهم الیها کجهاد الدعوة المحتاج الی سلطان وجیوش وامراء ونحو ذلك مما یعلمون قصور الید فیها عن ذلك ونحوه" (5)

یعنی "ولایت فقیہ میں بعض لوگوں کا شک کرنا بڑا عجیب ہے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے فقہ کا ذائقہ ہی نہیں چکھا اور معصومینؑ کے اقوال اور کلمات کے مفہوم اور رموز کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ انہوں نے ان کے اس قول میں غور و فکر نہیں کیا کہ "میں انہیں تم پر حاکم، قاضی، حجت اور خلیفہ قرار دیتا ہوں" اسی طرح دیگر اقوال جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ غیبت میں شیعوں کے امور کو منظّم کرنے کے لیے فقہاء کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ میں نے سُنا ہے سلار نے اسی وجہ سے اپنی کتاب "المراسم" میں قاطعانہ رائے قائم کی ہے کہ ائمہؑ نے یہ امور فقہاء کو تفویض کر دیے ہیں۔ البتہ، چند چیزیں ایسی بھی ضرور موجود ہیں جن میں زمانہ غیبت میں ائمہؑ نے فقہاء کو اجازت نہیں دی ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں جن کی فقہاء کو ضرورت ہی پیش نہیں آنا تھی۔ مثال کے طور پر "دعوت کا جہاد" کہ جس میں بادشاہ، لشکر اور لشکر کے سپہ سالاروں وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان امور میں معصومینؑ کو علم تھا کہ یہ چیزیں فقہاء کے پاس نہیں ہوں گی۔

آیۃاللہ حاج آقا رضا ہمدانی قدس سرہ فرماتے ہیں: مجتہدین وفقہاء کے اقوال میں تحقیق و جستجو سے واضح ہوتا ہے کہ فقہ کے ہر باب میں فقیہ کی ولایت مسلمہ امور میں سے ہے۔ (6)

مرجع بزرگ آیۃاللہ العظمٰی نائینی قدس سرہ نے اپنی کتاب " تنبیہ الاّمہ وتنزیہ الملّۃ "میں فرمایا ہیکہ مذکورہ فرائض (یعنی نظام اسلام کی حفاظت، مرکز اسلام کی حفاظت و دفاع اور ممالک اسلامیہ کا انتظام) میں بطور نائب عام فقہاء کی نیابت مذہب شیعہ کے قطعی امور میں سے ہے۔ (7)

جن بزرگ فقہاء نے ولایت فقیہ پر امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بحث کی ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

1. آیۃاللہ العظمٰی محقق نراقی طاب ثراہ نے اپنی کتاب "عوائد الایام " میں اپنی آراء کا اظہار کیا ہے۔ (8)
2. شیخ اعظم مرتضی انصاری (متوفی ۱۲۸۱ھ) ولایت فقیہ کے مسئلہ کو مختلف مقامات پر زیر بحث لائے ہیں۔ بطور مثال تنازعات اور یتیم بچوں کے اموال کی دیکھ بھال میں جب ان کا کوئی سرپرست موجود نہ ہو، اسی طرح غائب اور گمشدہ اموال کی حفاظت کے موضوعات میں اپنی کتاب مکاسب میں امام مہدیؑ کی درج ذیل توقیع سے ولایت فقیہ کے ثبوت پر استدلال قائم کرتے ہیں۔ توقیع یوں بیان ہوئی ہے:

"عن محمد بن عصام، عن محمد بن یعقوب، عن اسحاق بن یعقوب، قال: سالت محمد بن عثمان العمری ان یوصل لی کتاباً قد سئلت فیہ عن مسائل اشکلت علیّ۔ فورد التوقیع بخط مولانا صاحب الزمانؑ۔ " امّا ما سألت عنہ ارشدك اللہ۔۔۔ واما الحوادث الواقعۃ فارجعوا فیھا الی رواۃ حدیثنا، فانّھم حجتی علیکم وانا حجّۃ اللہ" (9)

یعنی: "جہاں تک پیش آنے والے حوادث کا تعلق ہے تو اُن میں ہماری احادیث کے بیان کرنے والوں کی طرف رجوع کرو کہ وہ تم پر میری حجت ہیں اور میں اللہ کی حجت ہوں۔"

مرحوم شیخ اعظم انصاریؒ مذکورہ بالا توقیع شریف سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"والحاصل ان لفظۃ الحوادث لیس مختصّاً بما اشتبہ حکمہ ولا بالمنازعات" (10)

یعنی: "خلاصہ یہ ہے کہ حوادث (واقعات) کا لفظ تنازعات اور مشتبہ حکم سے مختص نہیں ہے۔

چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

"وعلی ای تقدیر، فقد ظھر مما ذکرنا ان ما دلّ علیہ ھذہ الادلۃ ھو ثبوت الولایۃ للفقیہ فی الامور التی یکون مشروعیۃ ایجادھا فی الخارج مفروغاً عنھا بحیث لو فرض عدم الفقیہ کان علی الناس القیام بھا کفایۃ "(11)

یعنی: " بہر حال، جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دلائل جس امر پر دلالت کرتے ہیں وہ فقیہ کے لیے اُن اُمور میں ولایت کا ثبوت ہے کہ جن کی معاشرے میں انجام دہی کا جواز مسلم ہے۔ یہاں تک کہ اگر فقیہ دستیاب نہ ہو تو خود لوگوں پر ان امور کی انجام دہی واجب کفائی ہو گی۔"

اسی طرح انہوں نے دیگر کتب میں بھی تفصیل سے ولایت فقیہ پر بحث کی ہے۔(12)

3. آیۃ اللہ العظمیٰ محقق نائینی قدس اللہ نفسہ الزکیہ نے "تنبیہ الامہ" میں ولایت فقیہ پر روشنی ڈالی ہے۔(13)

4. آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردی اعلی اللہ مقامہ نے اپنی کتاب "البدر الزھر" میں اختصار سے ولایت فقیہ کو موضوع بحث بنایا ہے۔(14)

حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "البیع" کی دوسری جلد میں جو آپ نے اپنے ہاتھوں سے تحریر فرمائی، "ولایت فقیہ" اور "حکومت اسلامی" کی تشکیل کی ضرورت پر بہت سے عقلی و نقلی دلائل بیان کیے ہیں۔ آپ نے پہلی مرتبہ اس موضوع کو کامل ترین اور موثر انداز میں بیان کیا ہے جس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ آپ نے اس موضوع کے تمام پہلوئوں پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔

آپ نے اس موضوع کو جس روشن، واضح اور مدلل طریقے سے پیش کیا ہے، اب کسی کے لیے اس میں شک وتردید کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اس کتاب میں اسلامی حکومت کی ضرورت اور اس کی تشکیل پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ اسلام کو حکومت کے بغیر کچھ نہیں جانتے۔ وہ فرماتے ہیں:

"بل یمکن ان یقال: الاسلام ھوا الحکومۃ بشؤونھا والاحکام قوانین الاسلام وھی شان من شئونھا، بل الاحکام مطلوبات بالعرض وامور الیہ لاجرائھا وبسط العدالۃ فکون الفقیہ حصناً للاسلام کحصن سُور المدینۃ لھا لامعنی لھا الا کونہ والیاً نحوما لرسول اللہ وللائمۃ من الولایۃ علی جمیع الامور السلطانیہ "(15)

یعنی: " بلکہ ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ اسلام اپنے تمام پہلوؤں سے حکومت ہی کا نام ہے، اور احکام تو اسلام کے قوانین اور اس کا تنہا ایک پہلو شمار ہوتے ہیں۔ بلکہ احکام اور قوانین تو ثانوی طور پر مطلوب ہیں جن کا مقصد حکومت کا نفاذ اور عدل وانصاف کا قیام، پس فقیہ کا اسلام کے لیے ایسے حصار اور قلعہ کی مانند ہونا جیسا شہر کی دیوار ہوتی ہے، اس کا مطلب اور مراد یہی ہے کہ وہ حکومتی امور میں اسی طرح ولایت رکھتے ہیں جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ ہدیٰ ولایت رکھتے تھے۔"

مذکورہ کتاب کے کچھ مطالب آپ کی کتاب حکومت اسلامی میں موجود ہیں۔ حکومت اسلامی یا ولایت فقیہ کی کتاب آپ کے بارہ دروس پر مشتمل ہے جو آپ نے نجف اشرف میں دیئے تھے۔ اس نظریے کے متعلق امام قدس سرہ کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے اس نظریے کے نفاذ کے لیے عملی جدوجہد فرمائی اور صرف مسئلے کو بیان کر دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی میدان میں وارد ہو کر ولایت فقیہ کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا۔

"حکومت اسلامی" کتاب میں مختلف ادلہ کو بیان کرتے ہوئے جب اس روایت "الفقہاء اُمنا الرسول مالم ید خلوا فی الدنیا" یعنی: "فقہاء انبیاء کے امین ہیں" (16) کو بیان کیا تو اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ امین کے معنی یہ ہیں کہ فقہاء تمام اسلامی قوانین کا امانت کے ساتھ نفاذ کریں نہ یہ کہ صرف مسئلے کو بیان کرتے رہیں۔ کیا امام - صرف مسئلہ گو تھے اور صرف حکم بیان کر دیا کرتے تھے؟ کیا انبیا ÷ صرف مسئلے بتاتے تھے؟ اس لیے فقہاء بھی مسئلہ بتانے میں ان کے امین رہیں؟ قوانین واحکام کے بیان کے ساتھ انبیاء کا اہم ترین فریضہ احکام کا نفاذ اور حکومت تھا۔

حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ یہاں حضرت امام رضاؑ کی ایک روایت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت بطور کلی بیان فرما رہے ہیں کہ لوگوں کے لیے امام قیم امین کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس روایت میں ارشاد ہے کہ فقہاء انبیاؑ کے امین ہیں۔ اس صغری وکبری کا نتیجہ یہ ہے کہ فقہاء کا رئیس ملت ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ اسلام کے احکام مٹنے نہ پائیں۔

عالم اسلام میں چونکہ فقہاء کی حکومت نہیں ہے اس لیے اسلام ناپید ہو گیا ہے۔ اس کے احکام معطل ہو گئے ہیں، اسلامی ممالک میں اسلامی قوانین نافذ نہیں ہو رہے حدود جاری نہیں کیے جا رہے، نظم اسلام برباد ہو رہا ہے، ہرج و مرج عام ہے۔ کیا ان باتوں سے اسلام پُرانا نہیں ہو گیا؟ کیا اسلام یہی ہے کہ صرف کتابوں میں لکھ دیا جائے؟ مثلاً کافی (17) لکھ کر ایک سائیڈ پر رکھ دیا جائے اگر عملی طور پر احکام کا اجرا نہ ہو، حدود جاری نہ ہوں، ستم گر اور ظالم افراد اپنے کیفر کردار تک نہ پہنچیں اور صرف قرآن کو چوم کر رکھ دیں اور شب جمعہ سورہ یٰسین کی تلاوت کر لیں تو بس یہ کافی ہے؟ کیا اس سے اسلام کے احکام محفوظ ہو گئے؟

چونکہ ہم میں سے بہت سوں نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں کہ اسلامی ممالک امت مسلمہ کے زیر انتظام پروان چڑھیں، نتیجہ یہ نکلا ہے کہ نہ صرف اسلامی ممالک میں نظم برقرار نہیں ہے اور اسلامی قوانین کی جگہ ظالمانہ قوانین رائج ہیں، بلکہ اسلام خود اہل علم کے ذہنوں میں کہنہ ہو گیا ہے۔ کیا یہ فقہاء پر لازم نہیں ہے کہ احکام اسلام کو معطل نہ ہونے دیں، فساد پھیلانے والوں کو بغیر سزا کے نہ چھوڑیں۔ حکومت کی آمدنی اور اخراجات میں گڑبڑ نہ ہونے دیں۔ بڑی واضح سی بات ہے کہ ان چیزوں کے لیے امین کی ضرورت ہے اور فقہاء کا فریضہ امانت داری ہے۔ (18)

حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک اور مقام پر حکومت اسلامی کے قیام کو واجب کفائی اور جب وہ کسی فرد میں منحصر ہو جائے تو اسے واجب عینی فریضہ قرار دیا ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کس جاندار انداز میں مسئلے کی اہمیت کو امام نے واضح کیا ہے۔ اور اسی شدت کے ساتھ آپ نے اس کے عملی نفاذ کے لیے بھی جہد و جہد کی ہے۔

بالاخر حکومت اسلامی کے قیام کا سہرا امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے سر سجا، جس حکومت کی امیر المومنین - کی شہادت کے بعد سے آرزو تھی، چودہ صدیاں گزرنے کے بعد یہ عظیم کارنامہ امام خمینیؒ کے ہاتھوں انجام پایا۔ ہمارے لاکھوں سلام ہوں ایسے مرد مجاہد پر جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانے کے فقہاء پر فضیلت بخشی۔ ولایت فقیہ کے عنوان سے امام رضوان اللہ علیہ کی بعض آراء کچھ فقہاء کی آراء سے مختلف ہیں۔

امام رضوان اللہ علیہ جامع شرائط فقیہ کو قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں معصومینؑ کی طرف سے منصوب سمجھتے ہیں، یعنی فقیہ کی ولایت ان دلائل سے ثابت ہوتی ہے جو اسلامی احکام کے نفاذ اور امت مسلمہ کی رہبری کی ذمہ داری فقیہ کے کاندھوں پر ڈالتی ہیں۔ البتہ یہ نصب عام ہے جب کہ کچھ دیگر فقہاء دلیل عقلی سے اس کو ثابت کرتے ہیں، ان کے نزدیک دلیل نقلی نہیں ہے۔ ولی فقیہ کے اختیارات اور دائرہ کار کے حوالے سے امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کا نظریہ ملاحظہ ہو:

اگر کوئی شخص جس میں قانون دانی (اجتہاد) اور عدالت کی صفات پائی جائیں اور وہ حکومت تشکیل دے تو معاشرے کے امور کو چلانے کے لیے جو ولایت رسول ﷺ کے پاس تھی اُس ولایت کا یہ شخص بھی حامل ہوگا اور تمام لوگوں پر اس کی اطاعت واجب ولازم ہو گی۔ حکومت چلانے، قاضی اور گورنروں کو معین کرنے، فوج کی تیاری، مالیات وصول کرنے اور اُسے مسلمانوں کے مفاد میں خرچ کرنے کی ولایت اور اختیارات جو حضور اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کو حاصل تھے وہی اختیارات خدا نے موجودہ حکومت کو دیے ہیں، (موجودہ حکومت سے) میری مراد عالمِ عادل ہے: زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ کوئی شخص معین نہیں ہے۔

رسول خدا ﷺ اور ائمہؑ جس ولایت کے مالک تھے غیبت کے بعد فقیہ عادل اس ولایت کا مالک ہے۔ اس جملہ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ جو مقام ائمہ معصومینؑ کا ہے وہی مقام فقیہ عادل کا ہے۔ کیونکہ مقام و منزلت کی بحث نہیں ہو رہی ہے۔ بلکہ ذمہ داری اور مسئولیت کی بحث ہے۔ ولایت یعنی تمام دُنیا پر حکومت اور شرع مقدس کے قوانین کا جاری کرنا، ایک سنگین اور اہم ترین فریضہ ہے۔ نہ یہ کہ عہدہ پانے والا کسی غیر معمولی مقام و منزلت کا حامل ہو جاتا ہے۔ یہ عظیم عہدہ ہے، ولایت فقیہ امور اعتباری میں سے ہے اور یہ ایک عقلائی اعتبار ہے۔“

اس کے برعکس بعض فقہاء ولایت فقیہ کے دائرہ اختیار کو امور حسبیہ میں محدود کرتے ہیں۔ امور حسبیہ سے مراد معاشرے کے ایسے کام ہیں جن کے بارے میں ہمیں علم ہے کہ شارع مقدس نے ان کی انجام دہی چاہی ہے اور ان کے معطل ہونے اور انجام نہ پانے پر راضی نہیں ہے۔ جیسے بغیر سرپرست بچے کے مال کی حفاظت، موقوفات کی حفاظت، مجہول المالک کے مال کو صرف کرنا وغیرہ ہیں۔ ان سب امور کی سرپرستی فقیہ جامع الشرائط کے ذمہ ہے۔ بچے کے اموال کا نگران، موقوفات پر سرپرست مقرر کرنا اور مال مجہول المالک کو خرچ کرنے کے لیے فقیہ کی اجازت ضروری اور لازم ہے۔

اسی طرح اسلامی مراکز اور مسلمانوں کا دفاع، حدود کا اجرائ، قضاوت، نظام کی حفاظت جوانوں کو اخلاقی انحرافات سے بچانے اور اسی طرح دیگر امور بھی جو امت کے مصالح عامہ میں سے شمار ہوتے ہیں، امور حسبیہ میں شامل ہیں۔ فقہاء ان امور میں ولایت رکھتے ہیں اور ان امور میں بلاواسطہ یا بالواسطہ دخیل ہیں۔ (19)

فقیہ کے دائرہ کار کے متعلق آیۃاللہ جوادی عاملی فرماتے ہیں: جہاں جہاں تک فقہ کا دائرہ کار ہے، وہاں وہاں تک فقیہ کا دائرہ کار بھی ہونا چاہیے۔ اب اگر ہمیں ولایت فقیہ کے دائرہ کار کو سمجھنا ہے تو اسے فقہ کے دائرہ کار اور نفوذ کی روشنی میں تلاش کرنا ہوگا، جس حد تک فقہ میں وسعت پائی جاتی ہے اسی حد تک فقیہ کی ذمہ داریاں بھی ہیں۔

آخر میں ولایت فقیہ کے ضمن میں تین نکات کی وضاحت کردینا ضروری سمجھتا ہوں۔ بعض احباب کی جانب سے یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ جب ولی فقیہ سب کے لیے ہے اس کی اطاعت بھی ہم سب پر واجب ہے تو پھر ان کے انتخاب میں ایران سے باہر پاکستان یا دیگر ممالک کے علماء کو شریک کیوں نہیں کیا جاتا؟

اس کا جواب تفصیلی ہے، لیکن یہاں اختصار کے پیش نظر اس کا مختصر جواب دیا جاتا ہے کہ ''ولی فقیہ '' کا انتخاب نہیں ہوتا، یہ ایسا عہدہ ہے جس پر شخص نصب کیا جاتا ہے اور عمومی طور پر اس کے لیے صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں۔ اب جس کے لیے وسائل اور طاقت مہیا ہوگی اور وہ فقیہ عادل حکومت تشکیل دینے میں کامیاب ہوگیا وہی اس منصب پر فائز ہوگیا۔ دیگر فقہاء کی جانب سے اس کا انتخاب معنی نہیں رکھتا۔ وہ ائمہ اطہارؑ کی طرف سے منصوب ہے۔ مجلس خبرگان کا کردار فقیہ عادل کی تشخیص ہے، انتخاب نہیں ہے۔

بعض افراد اس نکتے کو اٹھاتے ہیں کہ ولی فقیہ کے لیے مدت کا تعین ہونا چاہیے ایک شخص کے تاحیات رہنے سے قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ عام عہدوں کے لیے یہ بات صحیح ہے لیکن الٰہی عہدہ کے لیے یہ منطق کارفرما نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے بالخصوص ولایت فقیہ کے منصب کے لیے ائمہ ہدیٰ ÷ نے کچھ معیار اور شرائط مقرر کی ہیں وہ شرائط مجتہد ہونا، عادل ہونا، دنیا پر حریص نہ ہونا، مدیر ومدبر ہونا، معاشرتی امور میں فہم وفراست ہونا، بابصیرت ہونا، وغیرہ ہیں۔

اب جب تک یہ شرائط اور صلاحیت موجود ہے وہ اُس عہدہ پر برقرار رہ سکتا ہے، لیکن اگر وہ ان معیارات اور شرائط میں سے کسی ایک کا فاقد ہو جاتا ہے تو وہ خود بخود معزول ہو جاتا ہے۔ مثلاًاحکام اسلامی کی خلاف ورزی یا حریص دنیا، یا دنیا کو دین پر ترجیح وغیرہ تو وہ خود بخود معزول ہو جائے گا۔ کیونکہ اب وہ امین نہیں رہا۔ البتہ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر ولی فقیہ امین نہ ہو، یا حریص دنیا ہو تو ولایت کے مقام سے خود بخود معزول ہو جاتا ہے تو جو اشخاص ولایت فقیہ کے نظام اور بالخصوص ولی فقیہ کی نمائندگی کا فریضہ انجام دیتے ہیں ان کے لیے بھی یہ امر قابل غور ہے کہ اگر خدانخواستہ وہ بھی امین نہ رہیں، دنیاپرست ہو جائیں یا ذاتی منافع کو مکتب تشیع کے منافع پر ترجیح دینے لگیں تو ضروری نہیں ہے کہ انہیں معزول کیا جائے بلکہ اگر ان کی ایسی کوئی کوتاہی ثابت ہو جائے تو وہ بھی خود بخود اپنے مقام ومنصب سے عزل ہو جائیں گے۔

آخری نکتہ یہ ہے کہ ولی فقیہ کی حکومت مطلقہ نہیں ہے بلکہ مشروط ہے۔ مشروط سے مراد یہ ہے کہ حکومت کرنے والے افراد قرآن وسنت کی شرائط کے پابند ہوں گے اور قوانین اسلام کی پابندی ان پر لازم ہو گی ولی فقیہ کے احکام قرآن وسنت اور دیگر اسلامی مصادر کی روشنی میں ہوں گے۔ میں ان کی ذاتی اور شخصی رائے ہرگز شامل نہیں ہو گی۔ ولی فقیہ کا حکم خود ان پر بھی لازم الاتباع ہوگا، انہیں بھی اس حکم کی اطاعت کرنا

ہو گی۔ اس لحاظ سے ولی فقیہ کی حکومت در حقیقت لوگوں پر الٰہی قوانین کی حکومت ہے، اسلامی قانون کی حکمرانی ہے جس کا انحصار اللہ تعالیٰ پر ہے۔

پس ولی فقیہ کی حکومت وحی کی حکومت ہے۔ ذاتی حکومت نہیں ہے کہ وہ تمام قباحتیں جو دیگر ذاتی حکومتوں میں پیش آتی ہیں یہاں بھی پیش آئیں، یہاں اللہ کی حکمرانی ہے اور بس آخر میں ان مطالب کی تائید کے لیے امام راحل کی کتاب ''حکومت اسلامی '' سے اقتباس پیش کرتا ہوں:

در حقیقت اسلامی حکومت قانون کی حکومت ہوتی ہے۔ اس لیے قانون دان بلکہ دین شناس ہی کو اس کا سربراہ ہونا چاہیے۔

فقہاء ہی کو ملک کے انتظامی اور اجراء کے امور کا نگران ہونا چاہیے۔ یہی حضرات احکام الٰہی کے اجرائ، اخذ مالیات، سرحدوں کی حفاظت اور حدود و تعزیرات کے نفاذ کے امین ہیں۔ انہیں چاہیے قانون اسلام کو معطل یا اجراء میں کمی و زیادتی نہ ہونے دیں۔ اگر فقیہ زانی کو حد لگانا چاہے تو شریعت کے معین کردہ طریقہ پر لوگوں کے درمیان سو تازیانے لگائے وہ ایک تازیانے کی کمی یا زیادتی کا حق نہیں رکھتا۔

اسی طرح مالیات کے وصول کرنے میں اسلامی قاعدے پر عمل کرے ایک پائی زیادہ لینے کا حق نہیں رکھتا، اُسے چاہیے کہ بیت المال میں ہرج و مرج نہ ہونے دے۔ اگر نعوذ باللہ فقیہ اسلام مخالف امور کا مرتکب ہو جائے مثلاً فاسق ہو جائے تو خود بخود حکومت سے معزول ہو جائے گا۔ کیونکہ اب وہ امین نہیں رہا ہے۔ (20)

خلاصہ یہ کہ امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں ولایت فقیہ اسلام اور اسلامی مراکز کے تحفظ کی ضمانت ہے۔ قوانین الٰہی کا اجراء نظام ولایت فقیہ کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اسلام اور اسلامی معاشرے کا حقیقی اور معنوی ارتقاء حتی کہ مادی ترقی اسی نظام کے تحت ہی ہو سکتی ہے۔ ظلم و استبداد کا خاتمہ اسی نظام کے تحت ہو سکتا ہے۔

نظریہٴ ولایت فقیہ کے حوالے سے چند سوالات کا جواب

۱۔ کیا اسلامی جمہوریہ ایران کے رہبر اور ولی فقیہ کی ولایت اور حاکمیت صرف ایرانی عوام پر ہے یا دنیا بھر کے شیعہ عوام پر؟

جواب: اس سوال کا جواب بہت واضح ہے اور وہ یہ کہ ولی فقیہ کو نہ فقط ایرانی عوام پر بلکہ دنیا بھر کے شیعوں پر ولایت حاصل ہے۔ جس طرح ایک فقیہ کا فتویٰ فقط اُس کے ملک میں بسنے والے مؤمنین کیلئے نہیں ہوتا بلکہ پوری دنیا میں اس کے مقلدین کیلئے واجب العمل ہوتا ہے، اسی طرح فقیہ کی ولایت بھی فقط اس کے ملک میں بسنے والوں کیلئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے شیعوں کیلئے ہو گی۔

۲۔ اگر ولی فقیہ کی ولایت دنیا بھر کے شیعہ عوام پر ہے تو کیا یہ دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں دخالت نہیں ہو گی؟

جواب: اس میں شک نہیں کہ ولی فقیہ کی ولایت پوری دنیا کے شیعہ عوام پر ہے لیکن اس کا کسی طور یہ مطلب نہیں بنتا کہ ولی فقیہ دوسرے ممالک کے اندرونی معاملاتمیں مداخلت کرے۔ اس جواب کی مزید وضاحت نیچے دیے گئے سوال کے جواب میں ملاحظہ فرمایئے!

۳۔ چونکہ ولی فقیہ اپنے زیر ولایت افراد کے مفادات کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے، لہٰذا دوسرے ممالک میں رہنے والے شیعوں کے بارے میں ولی فقیہ اپنی ذمہ داریاں کیسے ادا کرے گا؟

جواب: اس میں شک نہیں کہ ایران سے باہر رہنے والے شیعہ افراد کے ایمان اور عقائد کی حفاظت، ولی فقیہ کی ذمہ داری ہے؛ یہاں تک کہ ان کے جان و مال و ناموس کی حفاظت بھی حتی الوسع ولی فقیہ کی ذمہ داری ہے۔ لیکن ولی فقیہ موجودہ سیاسی جغرافیائی سرحدوں کے ہوتے ہوئے کبھی بھی یہ فریضہ مستقیم طور پر اور بلا واسطہ (Direct) انجام نہیں دیتا۔ بلکہ ہر ملک اور علاقے میں رہنے والے مؤمنین میں سے ایک یا کئی آگاہ، بصیر، دین دار اور مکتب تشیع سے وفادار افراد کو اپنے نمائندہ کے طور پر معین کرتا ہے جو اپنے علاقے اور ملک کے حالات، قوانین اور شرائط کی روشنی میں اپنے مفادات کا خود تحفظ کرتے ہیں۔

دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات می مداخلت سے بچنے ہی کی غرض سے ولی فقیہ ان ممالک میں رہنے والے شیعہ عوام کی رہنمائی کی ذمہ داری خود انہی میں سے شائستہ افراد پر ڈال دیتا ہے اور خود تنہا شرعی نقطۂ نظر سے اپنے نمائندوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ یوں ولی فقیہ کی نمائندگی میں کیئے گئے فیصلوں اور اقدامات کو شرعی جواز بھی مل جاتا ہے اور دوسرے ممالک کی داخلی معاملات میں مداخلت بھی نہیں ہوتی؛ بالکل اسی طرح جب آپ ایک مجتہد کی اجازت سے خمس و زکاۃ وغیرہ کو اپنے ہی علاقے میں استعمال کرتے ہیں تو آپ کے اس تصرف کو شرعی جواز مل جاتا ہے اور آپ خدا کی بارگاہ میں جوابدہ نہیں ہوتے۔

اجتماعی اور قومی امور میں بھی جب کسی ملک کے بسنے والے اپنے ملکی قوانین اور سیاست کی روشنی میں اپنے قومی مفادات اور ملی مذہبی مفادات کا ولی فقیہ کے نمائندہ یا نمائندگان کی رہنمائی میں دفاع کرتے ہیں تو ان کے اقدامات کو شرعی جواز حاصل ہوتا ہے۔ اور اس جواز کے آجانے کے بعد وہ اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی پر ثواب کے مستحق بھی قرار پاتے ہیں اور ان کی محنتیں اور قربانیاں بھی بارگاہ الٰہی میں قابل قبول واقع ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ نمائندگی کے اس نظام سے دوسرے ممالک میں ولی فقیہ کی مداخلت بھی پیش نہیں آتی ہے اور دوسرے ممالک میں بسنے والے شیعیان حیدر کرار کو ایک مرکز اور ایک رہبری بھی مل جاتی ہے۔ نیز وہ دشمنان مکتب کی سازشوں اور مکتب تشیع کے دشمنوں کے مقابلے میں اپنے مکتب کا بہتر دفاع کر سکتے ہیں۔

۴۔ ایران سے باہر رہنے والے شیعہ افراد کیلئے ولی فقیہ کی ذمہ داریاں اور فرائض کیا ہیں؟

جواب: اس سوال کا جواب مذکورہ بالا سوال کے جواب کی روشنی میں انتہائی واضح ہے۔ ایران سے باہر رہنے والے شیعہ افراد کیلئے ولی فقیہ کی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ ایسی تدابیر کرے کہ جن کی روشنی میں ایران سے باہر رہنے والے شیعہ افراد کا ایمان، ان کا مکتب اور ان کی ناموس، جان و مال محفوظ رہ سکیں۔ البتہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی اس آرزو میں کامیاب بھی رہے۔ اگر انبیاء اور ائمہ طاہرین ÷ بھی اکثر اوقات وقت کے طاغوتوں کی سازشوں اور بعض بکے ہوئے عناصر کی غداریوں کی وجہ سے اپنے ماننے والوں کا کماحقہ دفاع نہ کرسکے تو عین ممکن ہے کہ ولی فقیہ بھی طاغوتوں اور ظالموں کے شر سے اہل بیت اطہار ÷ کے ماننے والوں کا کماحقہ دفاع نہ کرسکے۔

۵۔ ولایت فقیہ کے حوالے سے ایران سے باہر رہنے والے شیعوں کا فریضہ کیا ہے؟ ظاہر سی بات ہے اگر وہ ولی فقیہ کی بلاچون وچرا اور غیر مشروط حمایت کریں گے تو انہیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا؟

جواب: اس سوال کا جواب بھی بڑا واضح ہے کہ ایران سے باہر رہنے والے شیعوں کا فریضہ یہی ہے کہ وہ نظریۂ ولایت فقیہ کو سمجھیں، اس پر ایمان لے آئیں، اس کا دفاع کریں اور جاہلوں کے جھانسے میں نہ آئیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ نظریہ ان کی عزت و سرافرازی کا عامل ہے اور انہیں وحدت و یگانگی عطا کرتا ہے۔ اس حوالے سے ممکن ہے انہیں بعض مشکلات کا سامنا کرنا پڑے لیکن سوال یہ ہے کہ جب انسان کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے تو کیا وہ اللہ کے دین کو چھوڑ دیتا ہے؟

جب ولایت فقیہ کا نظریہ، خالصتاً دینی نظریہ ہے اور قاطع شرعی دلائل سے ثابت شدہ ہے تو پھر اسے اپنانے میں چند مشکلات کا سامنا کرنے میں کیا حرج ہے؟ اگر اس دنیا میں لوگ ابلیس کی بلاچون وچرا حمایت کر سکتے ہیں، امریکا جیسے عالمی ڈکٹیٹر کی بلاچون چرا حمایت کر سکتے ہیں تو مکتب رسول کے ایک مدافع کی حمایت کیوں نہ کریں؟!

''اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو!''

۶۔ بنیادی طور پر انفال،۷۲ :'' ---- وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ لَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْئٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا'' کی روشنی میں جو اسلامی حکومت کی طرف ہجرت ہی نہ کریں ان کی سرپرستی اسلامی حکومت کیسے کر سکتی ہے؟ اس آیت کی روشنی میں غیر اسلامی

معاشروں میں رہنے والے مسلمانوں کا ولایت کے ساتھ کوئی رشتہ ہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر اسلامی معاشروں میں رہنے والے مسلمانوں پر فقیہ کی ولایت ثابت نہیں ہے۔

جواب: سب سے پہلے تو اس آیہ شریفہ کا ولایت فقیہ کی بحث سے کوئی ربط ہی نہیں ہے۔ یہ آیت صدر اسلام کے مخصوص حالات کی ترجمانی کر رہی ہے اور اس آیت میں بحث ان مسلمانوں کے بارے میں ہے جو غیر اسلامی معاشرہ میں رہ رہے ہوں، وہاں دین مبین اسلام کے احکام پر عمل نہ کر سکتے ہوں اور اسلامی معاشرے کی طرف ہجرت کر سکنے کے باوجود اسی مشرکانہ معاشرے میں رہنے پر بضد ہوں تو ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے کسی حمایت کے مستحق نہیں ہیں اور نہ ہی مسلمان اُن کے ولی ہیں۔

بنابرایں، اس آیت سے کسی طور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر کچھ لوگ غیر اسلامی معاشرے میں زندگی گذار رہے ہوں اور انہیں مذہبی آزادی بھی حاصل ہو تو ایسے لوگوں پر فقیہ کی ولایت ثابت نہیں ہے۔ علاوہ برایں، اسلامی معاشرے اور غیر اسلامی معاشرے ممیں بھی فرق ہے۔ بالفرض یہ آیت غیر اسلامی معاشروں میں بسنے والے مسلمانوں کیلئے فقیہ کی ولایت کی نفی کر بھی رہی ہو، تب بھی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسلامی معاشروں میں رہنے والوں کا بھی ولایت کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اگر یہ سوال پوچھنے والے پاکستان کے اسلامی معاشرے میں رہ رہے ہیں تو کم از کم ان کا تو ولایت سے رشتہ ہونا چاہیے۔ نہیں معلوم یہ سوال پوچھنے والے اسلام اور پاکستان کے اسلامی معاشرے سے اپنا رشتہ توڑنے پر اتنے بضد کیوں ہیں! کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ خود کو اس معاشرے کا فرد ہی تصور نہیں کرتے۔

۷۔ اگر غیر اسلامی معاشروں میں بسنے والے کچھ لوگ ایران کی طرف ہجرت کرنا چاہیں تو کیا ولی فقیہ انہیں خوش آمدید کہیں گے؟

جواب: غیر اسلامی معاشروں میں بسنے والے مؤمنین، ان معاشروں میں اسلام اور مکتب تشیع کے مبلغ اور نمائندوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ جہاں کہیں بھی ہیں وہیں رہتے ہوئے اپنے دین و مکتب پر کامل طور پر کاربند رہیں۔ جب غیر اسلامی معاشروں کے لوگ ان کی سیرت و کردار دیکھیں گے تو وہ بھی مکتب تشیع اپنانے کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ ہاں! بعض کیس ایسے ہو سکتے ہیں جن میں ایران کی طرف ہجرت کے خواہشمند حضرات کی درخواستوں پر غور کیا جا سکتا ہے اور اگر ثابت ہو جائے کہ ان کا ایران یا کسی دیگر مسلمان ملک کی طرف ہجرت کرنا، مکتب اسلام اور خود ان کے حق میں ہے تو ان کی درخواست پر ہر مسلمان ملک منجملہ ایران میں غور کیا جانا چاہیے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں یہ عقلمندی نہیں ہو گی کہ ایران سے باہر بسنے والے شیعیان حیدر کرار ایران کی طرف ہجرت کا سوچیں۔ یہ تو امریکا، اسرائیل، یہودیوں اور وہابیوں کی سوچ ہے کہ ہمیں ہمارے ممالک سے نکال باہر کریں۔ ایسے میں اگر وہ لوگ بھی جو خود کو دانشور سمجھتے ہیں، وہ بھی ایران کی طرف ہجرت کا سوچنے لگیں اور دشمن کے نظریات کی ترجمانی کرنے لگیں تو یہ ان کی انتہائی سادگی ہو گی۔ بنیادی طور پر ہر معاشرے میں بسنے والے مسلمان اور شیعہ، اس معاشرے کا حصہ ہیں، اس معاشرے میں رہنا اور اپنے مذہب پر پوری آزادی سے عمل کرنا ان کا بنیادی انسانی حق ہے، کیوں کوئی انہیں ہجرت پر مجبور کر سکتا ہے اور کیوں انہیں ہجرت کا سوچنا چاہیے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ: "یہ خیال ہے کسی اور کا اسے سوچتا کوئی اور ہے!"

۸۔ مرگ بر ضد ولایت فقیہ کے نعرے کی اخلاقی، شرعی اور قانونی حیثیت کیا ہے؟ اگر کوئی اجتہاداً یا تقلیداً ولایت فقیہ کے نظریہ سے اختلاف رکھتا ہو تو آیا وہ واجب القتل ہے کہ اس کی موت کا نعرہ لگایا جائے؟

جواب: اس سوال میں مغالطے سے کام لیا گیا ہے۔ ضد اور مخالف میں فرق ہے۔ اس نعرے میں ضد سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت امام خمینیؒ جیسے عظیم ولی فقیہ کے قتل کی سازش کر رہے تھے اور اب بھی ایسی سازشوں میں امریکا جیسے عالمی غنڈوں کے آلہ کار بنے

رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ ولی فقیہ کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ جہاں تک ولی فقیہ کے نظریاتی مخالفین کا تعلق ہے تو جب سے اسلامی جمہوریہ ایران میں ولایت فقیہ کا نظام قائم ہوا ہے، تب سے آج تک ولایت فقیہ کے نظریہ کے کسی مخالف کو واجب القتل قرار دینا تو کجا، اُن کی زیست کا سامان بھی مہیا ہے۔ اس کی بہترین دلیل ایران کی سر زمین پر ان لوگوں کا وجود ہے جو ولایت فقیہ کے نظریہ کو قبول بھی نہیں کرتے، اس کی نظریاتی مخالفت بھی کرتے ہیں اور پورے امن وسکون کی زندگی بھی گذار رہے ہیں۔

*****

حوالہ جات

1۔ (امام خمینی ؒ حکومت اسلامی، موسئسہ تنظیم و نشر آثار حضرت امام خمینیؒ، ۱۲۷)

2۔ مطہری، مرتضٰی، آشنائی باعلوم اسلامی، انتشارات صدرا، ج ۳، ص ۱۰۰

3۔ محمد حسن نجفی جواہر الکلام، تحقیق علی آخوندی، تہران دار الکتب الاسلامیہ ۱۳۶۸، ش، ج ۲۱، ص ۳۹۷

4۔ ایضاً، ج ۲۱، ص ۱۷۸

5۔ ایضاً، ج ۲۱، ص ۳۹۶

6۔ مصباح الفقیہ ص ۱۶۱

7۔ نائینی، محمد حسین، تنبیہ الاۃ و تنزیہ الملۃ ص، ۴۶

8۔ نراقی، احمد، عوائد الایام، قم مکتبہ بصیرتی، ۱۴۰۹ ہجری، ص ۱۸۶

9۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۱۰۱، روایت ۹، ح ۳۳۴، ابواب صفات قاضی

10۔ مرتضی انصاری، المکاسب، ج ۳، قم مجمع الفکر الاسلامی ۱۴۲۰ ہجری، ص ۵۵۵، ص ۵۵۷

11۔ مرتضی انصاری، المکاسب، ج ۳، قم مجمع الفکر الاسلامی ۱۴۲۰ ہجری، ص ۵۵۷

12۔ مرتضی انصاری، کتاب زکوۃ، قم، لجنہ التحقیق، ۱۴۱۵ ہجری، ص ۳۵۴۔۳۵۷

13۔ نائینی، محمد حسین، تنبیہ الاۃ و تنزیہ الملۃ، شرکت سہامی انتشار، ص ۴۶

14۔ منتظری، حسین علی، البدر الزاھر فی صلاۃ الجمعۃ والمسافر (تقریرات درس آیت اللہ العظمٰی بروجردی) قم، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی، ص ۵۲۔۵۷

15۔ امام خمینیؒ کتاب البیع قم اسماعیلیان، ۱۴۱۰ ہجری ج ۲، ص ۴۷۲

16۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۵۸ کتاب فضل العلم باب المستاکل بعلمہ اولمباھی بہ، حدیث ۵

17۔ حدیث کی مشہور کتاب ہے۔

18۔ حکومت اسلامی، ص ۵۳

19۔ امام کتاب البیع، ص ۴۱۷

20۔ حکومت اسلامی، ص ۵۷